ششماہی علوم القرآن علی گڑھ،۱۶/۱،۲جنوری۔دسمبر ۲۰۰۱ء

حقیقت امثال قرآنی

محمد لقمان حسین

نثری ادب میں امثال کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اور قدیم زمانہ سے اسکا رواج رہا ہے۔ لیکن کب اور کن حالات میں اس کا رواج ہوا اس کے بارے میں یقین کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے البتہ قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں جس وقت سے انسان کی آمد ہوئی اسی وقت سے امثال بھی رواج پذیر ہوئے، اور خود اللہ تعالیٰ نے امثال کو بیان کیا، اس کی گواہی قرآن شریف اس طرح دیتا ہے کہ دنیا میں ایسی کوئی قوم نہیں گزری جس کے لئے امثال بیان نہیں کی گئی ہوں، بلکہ امثال تو رسالات سماوی کا خلاصہ ہیں۔ کسی امت کو اس وقت تک عذاب نہیں دیا جاتا جب تک ان کے لئے امثال بیان نہ کی جائیں۔ اسی طرح جیسے کسی قوم میں رسول کی بعثت سے پہلے اسکو عذاب نہیں دیا جاتا، چنانچہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

"وَمَا کُنَّا مُعذّبین حتی نبعث رسُولاً" (الاسراء: ۱۰)

یعنی ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

"وکُلاً ضَربنَا لَهُ الامثالَ وکُلاً تبّرنا تتبیراً" (الفرقان : ۳۹)

یعنی ہم نے ہر ایک کو مثالیں دیکر سمجھایا اور (جب انھوں نے اس سے عبرت حاصل نہیں کی) آخر کار ہم نے ہر ایک کو غارت کر دیا

جو شخص صحیح نقطہ نظر سے اور قلب کی پوری یکسوئی اور بغیر کسی ذہنی تحفظ کے قرآن کو پڑھے گا وہ یقیناً اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ یہ کتاب ساری دنیا کے لئے ایک اکمل ترین صحیفہ ہدایت اور خداوند تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ جس طرح اس کی تعلیم و ہدایت اور اس کے مضامین و مطالب اعلیٰ ترین ہیں اسی طرح اس کا طرز خطاب، طریقہ ادا اور اسلوب بیان بھی بلند پایہ اور دلکش ہے، اس نے اپنی دعوت کو پیش کرنیکے لئے جتنے پُر عظمت اسالیب اختیار کئے ہیں ان میں ایک نہایت دل آویز اسلوب تمثیل کا بھی ہے، اگرچہ یہ اسلوب دنیا کی ہر زبان اور دیگر صحف سماوی میں بھی بھرپور طور پر ملتا ہے لیکن امثال قرآن اپنی ماہیت و نوعیت میں دوسروں سے یکسر ممتاز ہیں۔

چونکہ امثال کو اعجاز قرآنی کے ایک بہت اہم پہلو کی حیثیت حاصل ہے اور تمثیل کی اہمیت اور اس کے فوائد اظہر من الشمس ہیں اسی لئے علماء اسلام نے امثال قرآن پر نہ صرف بہت مبسوط بحثیں کی ہیں بلکہ اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ قرآن مجید نے اپنی بعض مثالوں میں لفظ "مثل" کو استعمال فرمایا ہے اور بعض دوسرے مواقع پر خاص اس لفظ کا ذکر نہیں فرمایا ہے۔ اس وجہ سے تعداد امثال اور انواع امثال کے باب میں علماء کے درمیان خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس طرح ماہیت و حقیقت امثال کے مسئلہ میں بھی ان کی آراء مختلف ہیں کسی نے امثال قرآن کو ظاہر اور پوشیدہ کہہ کر ذکر کیا تو دوسرے نے "نوع مرسل" کا اضافہ کیا، بعض نے قرآن مجید کی جملہ مختصر آیات کو امثال قرآنی قرار دے دیا۔ مثلاً ڈاکٹر عبد المجید عابدین کی تحقیق کے مطابق امثال قیاسی کی کل تعداد تیس ہے(۱) جبکہ شیخ علی اصغر حکمت نے ان کی تعداد ترپن (۵۳) بتلائی ہے (۲) شیخ احمد ہاشمی کی تحقیق کے مطابق صرف امثال کامنہ و موجزہ کی تعداد سات سو تک پہونچتی ہے۔ (۳) ایک دوسرے محقق ڈاکٹر عبد المجید قطامش نے ان کے سات سو سے بھی زیادہ ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے (۴)

بنیادی سوال یہ ہے کہ امثال قرآن سے دراصل کیا مراد ہے؟ ہماری ناقص معلومات کی حد تک کسی نے اس کا وضاحت و صراحت سے جواب نہیں دیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے آئندہ سطور میں اس موضوع سے متعلق بنیادی امور و مسائل پر گفتگو کی کوشش کی ہے۔

امثال کی معنی:

امثال مثل کی جمع ہے۔ اہل لغت نے اس کے اصل معنی نظیر اور مشابہت کے بتائے ہیں (۵) اور اصطلاحی معنی میں اس کے معنی و مراد کے باب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں (۶) ان سب کے استقصاء سے جو بات نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ مثل وہ کلام ہے جو کسی چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینے کے لئے عوام و خواص میں رائج ہو، اسکو اردو زبان میں کہاوت کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مثل کا اطلاق ایسے قول پر ہوتا ہے جو لوگوں میں مشہور و مقبول ہو، جس میں کوئی ندرت ہو اور جس کے ذریعہ کوئی بات موثر طریقے پر کہی جاسکے اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کے معنی اور محل استعمال میں وسعت پیدا ہوئی اور لوگ مثل کو کسی خاص صورت حال، مخصوص واقعہ یا قصہ پر یا کسی عجیب و غریب کیفیت کو بیان کرنے کے لئے بطور استعارہ استعمال کرنے لگے لیکن یہ ایک بنیادی شرط سے مشروط ہے اور وہ یہ کہ اس کو عام لوگ بھی قبول کریں (۷) اسی صورت میں اس کو مثل یا کہاوت کہا جائیگا۔

معانی و معارف کی غیر محسوس کیفیت کو محسوس کیفیت کا قالب دینا یا خالص عقلی امور کو جانی مانی شکلوں کے ذریعہ متعارف کرانا یا زیادہ توضیح کیلئے کسی حسی چیز کو دوسری حسی چیز سے تشبیہ دینا ہی مثل کا اصل مقصد ہے۔ (۸) مثلاً ایک عربی مقولہ ہے۔

" لاأفعل كذا حتى يلج الجمل في سم الخياط" (۹)

یعنی میں یہ کرنے والا نہیں جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے نہ گذر جائے، اس مثل کو وہ ناممکن اور محال چیز کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، کیونکہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گزرنا امر محال ہے ظاہر ہے جو چیز محال سے مشروط ہو وہ بھی محال ہی ہو گی۔

امثال قرآنی کے معنی:

امثال قرآنی سے وہ سب آیتیں مراد ہیں جو قرآن میں تمثیل کے طور پر مستعمل ہوئی ہیں، البتہ اس باب میں بحث طلب بات یہ ہے کہ ان سے دراصل کون سی آیتیں مراد ہیں ان کی حقیقت اور نوعیت کیا ہے؟ کیا امثال قرآنی کا اطلاق ان تمام آیات پر ہو گا جن کی مثلیت قرآن میں صراحۃً مذکور ہے؟ یا وہ سب آیتیں بھی امثال قرآنی میں شامل ہوں گی جو مروج امثال سے مشابہت رکھتی ہیں (مشبہ بامثال سائرہ) ہیں یا بطور امثال مستعمل ہیں؟ (ما یجری مجری الامثال) سطور ذیل میں ہم زیر بحث موضوع کے انہیں پہلوؤں پر گفتگو کریں گے۔

امثال قرآنی کی حقیقت:

مثل کے لغوی واصطلاحی معنی اور استعمالات کو سامنے رکھا جائے تو چار چیزیں ابھر کر سامنے آتی ہیں ا۔ مثل کے اصلی معنی مشابہت ہے، ۲۔ عرف میں مثل وہ رواج شدہ قول ہے جس کا مورد (۱۰) سے مضرب (۱۱) کو تشبیہ دینا مقصد ہو، ۳۔ مثل سے ایسی حالت، واقعہ یا قصہ بھی مراد ہو سکتا ہے جس میں کسی طرح کی ندرت ہو اور ۴۔ مثل سے مجاز مرکب بھی مراد ہو سکتا ہے جو لوگوں کے درمیان رائج ہو۔ لیکن امثال قرآنی کا معاملہ کسی قدر مختلف ہے۔ قرآنی امثال دراصل کسی حالت کو دوسری حالت کے ساتھ تشبیہ دینے کے لئے مستعمل ہیں امثال قرآنی کے بارے میں امام سیوطی کی یہی رائے ہے خواہ وہ مثل

صراحۃً ہو یا استعارۃً (۱۲) امام ابن قیم کی بھی یہی رائے ہے مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ان کے نزدیک مثل تشبیہ ضمنی اور بغیر کسی تشبیہ واستعارۃ میں بھی استعمال ہو سکتی ہے۔ (۱۳) صورت حال یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے کہیں تو وہ اپنے اصلی معنیٰ میں مستعمل ہے پھر اس سے ایک خاص مطلب ظاہر کرنا بھی قرآن کا مقصد ہوتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول:

"قُلِ الله خَالِقُ کل شئٍ وهو الواحدالقهّارأَنْزلَ مِنَ السّماء مآءً فَسالَتْ أوْدِيَةٌ بِقَدِرِها فاحتمل السيل زبداً رابياً ومما يوقدون عليه في النارابتغاء حلية اَو متاع زبدٌ مثله كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّه الحق والباطل فاماالزبدفيذهب جفاء واما ينفع الناس فيمكث في الارض كذالك يضرب الله الامثال
(الرعد: ١٦-١٧)

"آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی اکیلا ہے اور زبردست ہے، اسی نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے، پھر وہ سیلاب خس وخاشاک کو بہالایا جو اس (پانی) کے اوپر آرہا ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل ہے، اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی اسی طرح مثال بیان کررہا ہے، سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کیلئے کارآمد ہے زمین میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کیا کرتے ہیں"

ان آیتوں سے اللہ جل شانہ کی قدرت کاملہ اور مشرکین کے خلاف بڑی حجت ثابت کرنا ہی اصل مقصد ہے، ساتھ ہی وہ ایک مثال بھی ہے جس سے

حق وباطل کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔

اسی طرح کہیں مثل بغیر کسی تشبیہ و استعارہ کے کسی قصہ یا حالت کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے جس سے مخاطب کے دل ودماغ میں خاص تاثر پیدا ہوتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول:

"یا أیُّها النّاسُ ضُرِبَ مَثَل فاسْتَمِعُوا لَهُ اِنّ الّذین تدعُون مِنْ دُوْنِ الله لن یخلقوا ذباباً ولواجتمعوا له وا ن یسلبهم الذباب شیئاً لایستنقذوه منهُ ضَعُفَ الطّالِبُ وَالْمطلوْب (الحج:۷۳)

"اے لوگو! ایک مثال سنائی جاتی ہے، غور سے سنو! اللہ کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو وہ کبھی بھی ایک مکھی تک پیدا نہیں کر پائیں گے، اگرچہ وہ سب اس پر اکٹھے ہو کر زور لگائیں، اور پھر (اتنا ہی نہیں بلکہ) اگر ایک مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو ان میں قدرت نہیں کہ اس سے چھڑا لیں، (تو دیکھو!)

طلب گار بھی یہاں درماندہ ہوا اور مطلوب بھی درماندہ" اسی طرح کہیں مثل تشبیہ صریحی (۱۴) یا تشبیہ ضمنی (۱۵) یا استعارۂ تمثیلیہ (۱۶) کے معنی میں مستعمل ہوئی ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ قرآن مجید میں مثل کسی قصہ یا واقعہ سے اخذ کردہ کسی بات سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ اس سے پورا قصہ یا صورت واقعہ جو اس سے ابھر کر سامنے آتی ہے مراد ہوتی ہے اور اس کو تادیب، تحذیر یا ایضاح کے طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے (۱۷)

بہر حال امثال قرآنی سے وہ امثال مراد ہیں جن کے لئے نہ تو یہ ضروری ہے کہ ان کا کوئی مخصوص مورد ہو اور نہ یہ ضروری ہے کہ مجاز مرکب کے معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔

لہذا امثال قرآنی کو امثال کے مخصوص لغوی معنی مشابہت پر محمول کرنا

صحیح نہیں ہے اسی طرح اس معنی پر بھی محمول کرنا صحیح نہیں ہے جو معنی اصحاب لغت وادب اور امثال جمع کرنے والوں نے مراد لئے ہیں۔ کیونکہ امثال قرآنی وہ مروج اقوال نہیں ہیں جن میں تشبیہ کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اسی طرح امثال قرآنی سے وہ معنی بھی مراد نہیں ہوسکتے جو علماء بلاغت نے سمجھے ہیں، اس لئے کہ جو امثال قرآن میں ذکر کی گئی ہیں ان کا لوگوں میں رائج ہونا ضروری نہیں ہے۔ پھر اس کے علاوہ اکثر امثال قرآنی ایسی بھی ہیں جو استعارۂ تمثیلیہ کے معنی میں استعمال نہیں کی گئی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بعض محققین یہ رائے رکھتے ہیں کہ اُمثال قرآنی سے مراد ادباء کی اصطلاحی امثال نہیں ہیں، اور نہ ہی وہ امثال جو ادبی نثر کے ایک اہم پہلو کی حیثیت رکھتے ہیں، دراصل یہ بالکل دوسری ہی قسم کی امثال ہیں واقعہ یہ ہے کہ نثری ادب میں بحیثیت ایک اصطلاح کے اس کی شناخت سے بہت پہلے قرآن حکیم اس کو مثل کے نام سے موسوم کرچکا تھا۔ (۱۸)

دراصل امثال قرآنی میں وہ جملہ آیات شامل ہیں جو دقیق معانی، اعلی حقائق اور غیر واضح حالات کی توضیح وتشریح کے لئے صورت حال کی ایسی تصویر کھینچ دیتی کہ گویا قاری یا سامع اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے (۱۹) یہی وجہ ہے کہ امثال قرآنی آدمی کے اندر غور وفکر اور استدلال واستنباط کا ملکہ پیدا کرتی ہیں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"وَتِلْكَ الأَمْثالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُم يَتَفَكَّرُونَ" (الحشر: ۲۱) "اور ہم یہ مثالیں لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ امثال قرآنی سے مراد وہ سب آیتیں ہیں جو معانی کو ایک بلیغ صورت میں پیش کرتی ہیں ان میں فکر ونظر کی گہرائی کے ساتھ ساتھ ادبی حسن وجمال بھی بدرجہ کمال پایا جاتا ہے۔ ان کا مقصد تادیب وتحذیر یا توضیح وارشاد ہوتا ہے، چاہے وہ کلام مختصر ہو یا طویل۔ عوام الناس کے درمیان ان کا

مروج ہونا بھی ان کے لئے شرط نہیں ہے (۲۰)

چنانچہ امثال قرآنی سے وہ سب آیتیں مراد ہیں جن کی مثلیت کے بارے میں خود قرآن نے تصریح کی ہے (۲۱) اور وہ سب آیتیں بھی جو اس نوع کی آیات سے مشابہت رکھتی ہیں۔ خواہ ان میں لفظ "مثل" مذکورہ ہو یا نہ ہو (۲۲) اور یہی دو انواع ہیں (امثال ظاہرہ اور امثال مشبہ بظاہرہ) جن کو امثال قرآنی کہا جاسکتا ہے جو آیتیں ان دونوں نوع سے باہر ہیں اگرچہ ان میں لفظ "مثل" مذکور ہی کیوں نہ ہو، وہ امثال قرآنی میں شامل نہیں ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا قول۔

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ" (آل عمران: ۹۲) — تم کبھی خیر کامل کو حاصل نہیں کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کروں گے

"اَلْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ" (یوسف: ۵۱) — اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی

ان آیات جیسی بہت سی آیتیں ہیں (۲۳) جو امثال کے زمرہ میں نہیں آتیں کیونکہ امثال کے قرآنی مفہوم کے مطابق یہ امثال نہیں ہیں۔ اس باب میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عوام الناس میں رائج مفہوم کے لحاظ سے، یا تشبیہ کے طور پر یا مروج امثال کے لحاظ سے انہیں امثال کہا جاسکتا ہے۔

چنانچہ امثال قرآنی سے مراد صرف وہ آیتیں ہو سکتی ہیں جن کی مثلیت قرآن میں صراحۃً مذکور ہے اور جو آیتیں ان سے عرضاً و غرضاً مشابہت رکھتی ہیں، لہذا علماء نے امثال کامنہ (۲۴) اور امثال مرسلہ یا موجزہ (۲۵) کے نام پر جن آیتوں کو امثال قرآنی مانا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے (۲۶)

خاتمہ:

امثال عالم ادب کا ایک حسن و جمیل حصہ ہیں، دنیا میں کوئی ایسی زبان نہیں ہے جس میں امثال استعمال نہ ہوئی ہوں، اس کی ایک بڑی وجہ شاید یہ ہے

کہ امثال سے معانی کی وضاحت میں بہت مدد ملتی ہے حتی کہ جو باتیں منطقی اور عقلی دلائل سے سمجھ میں نہیں آتیں وہ بھی امثال کے ذریعہ آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں، اوراسی لئے قرآن نے اپنے حقائق ومعارف کوواضح کرنے کے لئے اور ان کی تقریب فہم کے لئے امثال کا دلآویز اسلوب اختیار کیا ہے، تاکہ وہ سامعین وقارئین کی سمجھ میں اچھی طرح آجائے۔ نزول قرآن کے وقت عربی زبان ایک ترقی یافتہ اور وقت کی زبانوں میں ایک اہم مقام کی حامل زبان تھی، عہد جاہلیت میں جن اصناف ادب کی نشو ونما ہوئی ان میں صنف امثال بھی شامل ہیں، لیکن اس کی فکری وسعت وگیرائی زمانہ اور ماحول کے تقاضوں کے زیر اثر محدود تھی، اوراس کی فنی خصوصیات پوری طرح عرب کے جغرافیائی اور مقامی حالات کے زیر اثر تھیں۔ قرآن مجید چونکہ تاقیامت پوری انسانیت کیلئے آخری صحیفہ رشدوہدایت ہے اس لئے اس نے اس بات میں انسانی ضرورت اورادبی تقاضوں دونوں کا پورا لحاظ رکھا ہے اور امثال کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ قرآنی امثال کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی وسعت وگیرائی زمان ومکان کی حدبندیوں سے محدود نہیں ہے اوران کے فنی امتیازات وخصوصیات پر حالات کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ ابدیت سے متصف ہیں اوران کے اندر ایک ایسا عموم پایا جاتا ہے جس کے باعث وہ ہر انسان کے لئے قابل فہم ہیں اور کوئی بھی ان سے اجنبیت محسوس نہیں کریگا۔

امثال قرآنی کا ایک مقصد یہ بھی ہے قرآنی حقائق ومعارف اوراحکام وعقائد کو پوری وضاحت اوردلکش پیرائے میں بیان کیا جائے تاکہ سامع اور قاری کواچھی طرح ذہن نشین ہوجائے۔ یہ امثال قرآنی کاایسا عام فائدہ ہے جس سے کوئی بھی مستغنی نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضوراقدس ﷺ نے امثال قرآنی کو قرآن کی پانچ قسموں میں سے ایک اہم قسم قرار دیا ہے (۲۷) اورامام شافعیؒ نے مجتہد کیلئے امثال قرآنی کی معرفت کوواجب قرار دیا۔ (۲۸)

خلاصہ بحث کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ امثال قرآنی سے مراد صرف وہ آیات ہیں جو کتاب الٰہی کے معانی و مفاہیم کو نہایت دل آویز اور بلیغ اسلوب میں بیان کرتی ہیں جس میں فکر و نظر کی گہرائی کے ساتھ ساتھ ادبی اور فنی خوبیاں بھی بدرجہ اتم موجود ہوں اور جن کا مقصد تادیب و تحذیر اور توضیح و ارشاد ہو۔ ان میں سے بعض کی مثلیت تو قرآن میں صراحتہً مذکور ہے لیکن جہاں یہ بات صراحتہً مذکور نہیں ہے وہاں بھی ان کے اغراض و مقاصد پر غور و فکر سے یہ بات بسہولت واضح ہو جاتی ہے۔ ان کے امثال ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ عوام میں بطور مثل رائج و معروف ہوں قرآن مجید میں امثال بہ کثرت استعمال ہوئی ہیں جیسا کہ امام سیوطی نے تصریح کی ہے کہ "قرآن پاک کا اکثر و بیشتر حصہ امثال پر مشتمل ہے" (۲۹)

امثال قرآنی سب کی سب قیاسی و مفصل ہیں، بعض تو بالفعل ظاہر ہیں اور دیگر ظاہر بالمعنی یعنی مشبہ بالظاہر ہیں، لہذا امثال کامنہ، امثال مرسلہ و موجزہ یا امثال حکمیہ وغیرہا امثال قرآنی میں شامل نہیں ہیں، وہ سب یا تو بالمعنی امثال سائرہ ہیں یا "مایجری مجری الامثال" کے باب میں داخل ہیں، کیونکہ یہ سب وقت نزول میں امثال نہیں تھے بلکہ بعد میں بین العوام خاص کر کے بین المسلمین امثال کی حیثیت سے رواج پا گئے۔

(واللہ اعلم بالصواب و عندہ علم الکتاب)

مراجع و حواشی

(۱) ڈاکٹر عبدالمجید عابدین: الامثال فی النثر العربی القدیم، دار مصر، قاہرہ، ۱۹۵۶ء، ص ۱۵۹۔

(۲) علی اصغر حکمت: امثال قرآن، مطبعہ مجلس، تہران، ۱۳۳۳ھ، ص ۱۴۰۔ ۳۳۵

(۳) احمد ہاشمی: جواہر الادب، مطبعہ سعادت، قاہرہ، ۱۳۸۱ھ، ج ۱، ص ۲۸۸

ومابعدہا

(۴) ڈاکٹر عبدالمجید قطامش: امثال عربیہ، دارالفکر، دمشق، ۱۹۸۸، ص ۱۳۸

(۵) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے زمخشری: اساس البلاغۃ، دارالکتب المصریۃ، قاہرہ ۱۹۲۲، مادۂ مثل، زبیدی: تاج العروس، مطبعہ خیریہ، قاہرہ ۱۳۰۶ھ، مادۂ مثل، جوہری: صحاح، دارالکتاب العربی، مصر، ۱۹۵۶، مادۂ مثل ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۹۵۵، مادۂ مثل؛ ابن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، حلبی، قاہرہ، ۱۳۶۶ھ، مادۂ مثل

(۶) دیکھئے۔ میدانی: مجمع الامثال، مطبعہ سعادت، ۱۹۵۹ مقدمہ، ابن اثیر: المثل السائر، دار نہضۃ مصر، قاہرہ، ۱۹۵۹، ج ا ص ۶۳؛ عسکری: جمہرۃ الامثال، میرزا محمد، ممبئی، مقدمہ؛ راغب اصفہانی مفردات، حلبی، قاہرہ، ۱۹۶۱ مادۂ مثل؛ محمد اعلیٰ تھانوی: موسوعۃ کشاف اصطلاحات اسلامیہ، مؤسسہ مصریہ عامہ، قاہرہ، ۱۹۶۳، ج ۶ ص ۱۳۴۰؛ زمخشری: مستقصی، دائرۂ معارف عثمانیہ، حیدرآباد ۱۹۶۲: مقدمہ

(۷) عسکری، مصدر سابق، مقدمہ؛ زمخشری، تفسیر کشاف، مطبعہ امیریہ قاہرہ، ۱۳۱۸ھ ج ا، ص ۱۴۹؛ آلوسی: روح المعانی، مطبعہ منیریہ، قاہرہ، (ب۔ت) ج ا، ص ۱۶۳؛ عبدالمجید عابدین: محولہ بالا ص ۸۰۔

(۸) میدانی: مصدر محولہ بالا، مقدمہ؛ زمخشری: مستقصی، مقدمہ: عسکری، مصدر محولہ بالا، مقدمہ

(۹) میدانی، مصدر محولہ بالا، ج ۲، ص ۲۲

(۱۰) یعنی مثل کو جس حالت پر پہلی مرتبہ کہا گیا ہو

(۱۱) یعنی مثل کو جس حالت پر فی الحال کہا جا رہا ہے

(۱۲) سیوطی: اتقان، الاتقان فی علوم القرآن حلبی، قاہرہ، ۱۹۵۱ ج ۲، ص ۱۳۱

(۱۳) ابن قیم جوزیہ: اعلام الموقعین، مطبعہ سعادت، قاہرہ: ۱۹۵۵، ج ا،

ص ۱۴۸۔۱۵۵
(۱۴) ملاحظہ ہو سورۂ یونس: ۲۴
(۱۵) دیکھئے سورۂ حجرات: ۱۲
(۱۶) ملاحظہ ہو سورۂ جمعہ: ۵
(۱۷) ڈاکٹر عبد المجید عابدین: ص ۱۵۸
(۱۸) مجلہ المجمع العلمی، عراقی: عدد ۷، مطبع المجمع، بغداد، ۱۹۶۰، ص ۵
(۱۹) نفس مرجع ص ۷
(۲۰) ڈاکٹر امام، خضر حسین، بلاغۃ القرآن، مطبعۃ تعاونیہ، دمشق، ۱۹۷۱، ص ۳۱۔۳۳؛ مجلہ علمی عراق، عدد ۷، مطبعۃ المجمع، بغداد، ۱۹۶۰، ص ۶
(۲۱) ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ: ۱۷، ۱۷۱، ۲۱۴، ۲۶۴، ۲۶۵، سورۂ آل عمران: ۵۹، ۱۱۷ و غیر ذالک
(۲۲) دیکھئے سورۂ بقرہ: ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۶، سورۂ انعام: ۱۲۵ و غیرہا
(۲۳) احمد ہاشمی: محولہ بالا ج ۱، ص ۲۹۰۔۳۱۹
(۲۴) سیوطی: الاتقان، ج ۲، ص ۱۳۱۔۱۳۳
(۲۵) دیکھئے انیس مقدسی: تطور الاسالیب النثریہ فی الادب العربی، دار الملائین، بیروت، ۱۹۶۰، ص ۶۰، مناع القطان: مباحث فی علوم القرآن، موسسہ رسالت، بیروت، ۱۹۸۳، ص ۲۸۴۔۲۸۶؛ ڈاکٹر عبد المجید قطامش، ص ۱۲۹۔۱۳۲
(۲۶) عبد المجید عابدین امثال عربیہ: ص ۱۳۵۔۱۳۷
(۲۷) سیوطی: الاتقان ج ۲، ص ۱۳۱
(۲۸) زرکشی: البرہان فی علوم القرآن، حلبی، قاہرہ، ۱۹۵۸، ج ۱، ص ۴۸۶
(۲۹) سیوطی: الاتقان ج ۲، ص ۳۱